بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ✦ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

روزنامہ

الفضل

ربوہ

ایڈیٹر مسعود احمد دہلوی

فون ۴۴۹

جلد ۷۴/۳۸ | پیر ۱۳ ذوالحجہ ۱۴۰۴ھ ✦ ۱۰ تبوک ۱۳۶۳ ہش ✦ ۱۰ ستمبر ۱۹۸۴ء | نمبر ۲۰۴

اخبارِ احمدیہ

ربوہ ۹ ستمبر/تبوک/ حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کی صحت کے بارے میں آج صبح کی اطلاع مظہر ہے کہ:-

بلڈ پریشر نارمل ہے۔ متلی کی تکلیف ہے۔

"احباب خاص توجہ اور التزام کے ساتھ دعائیں کرتے رہیں کہ مولیٰ کریم اپنے فضل سے حضرت سیدہ ممدوحہ کو صحتِ کاملہ و عاجلہ سے نوازے اور برکتوں سے معمور طویل زندگی عطا فرمائے۔ آمین"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ربوہ میں عیدالاضحیہ روایتی دینی عقیدت و احترام اور ذوق و شوق سے منائی گئی

البیت الاقصیٰ میں محترم مولانا سلطان محمود صاحب انور ناظر اصلاح و ارشاد نے نماز پڑھائی اور خطبہ دیا

حقیقی قربانی نفس کو مارنا اور اس پر استقامت اختیار کرنا ہے:

ربوہ ۷ تبوک/ستمبر- مرکز سلسلہ عالیہ احمدیہ ربوہ میں عیدالاضحیہ کی مبارک تقریب روایتی دینی عقیدت و احترام اور ذوق و شوق سے منائی گئی۔ یہاں نمازِ عیدالاضحیہ کا اجتماع البیت الاقصیٰ میں ہوا جہاں بہت بڑی تعداد میں اہل ربوہ اور گرد و نواح سے آئے ہوئے احمدی احباب نے شرکت کی۔ عید کی نماز پڑھانے کے بعد محترم مولانا سلطان محمود انور صاحب نے خطبہ دیا اور اس میں قربانی کی روحانی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے احباب جماعت کو اس طرف توجہ دلائی کہ حقیقی قربانی تو اپنے نفس کو مارنا ہے۔

مولانا موصوف نے کہا کہ عیدالاضحیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس قربانی کی یاد میں منائی جاتی ہے جو انہوں نے الٰہی حکم کی اطاعت میں پیش کی یہ تو اس کا تاریخی پہلو ہے دوسرا پہلو اس کا یہ ہے کہ اس سے مراد یہ تھی کہ دنیا کو روحانی قربانیاں دینے کی طرف متوجہ کیا جائے لیکن آج اب صورت حال یہ بن گئی ہے کہ اس عید کا روحانی پہلو لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوتا جا رہا ہے۔ ان قربانیوں کے پیش کرنے کا مقصد یہی تھا کہ اللہ کی مطیع اور فرمانبردار بندوں کی ایک دنیا سدا آباد رہے لیکن آج وہ دنیا کہاں موجود ہے؟ دنیا کی اس غفلت کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو مبعوث فرمایا اور جن خوش نصیبوں کو حضرت مسیح موعود پر ایمان لانے کی سعادت نصیب ہوئی یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی قربانیوں میں روحانی رنگ نمایاں کریں اور یہ تبھی ہو سکتا ہے جب ہر احمدی غیر اللہ سے بکلی انقطاع اختیار کر کے اپنے نفس کو اپنے مولا کی فرماں برداری میں لگا دے دین اور اس کے تقاضوں کو دنیا کے ہر تقاضے پر ترجیح دے۔ مولانا نے کہا کہ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی قربانیوں سے یہ سبق حاصل کریں کہ ہم اپنے خدا کی رضا کی خاطر دنیا کی ہر چیز اور تعلق کو قربان کر دیں گے۔

مولانا نے کہا کہ اگر غور کیا جائے تو سب سے بڑی قربانی اپنے نفس کو مارنا ہے اور اس فعل پر دوام اختیار کرنا ہے۔

مولانا نے اس ضمن میں حضرت مسیح موعود کے مندرجہ ذیل دو اشعار بھی سنائے:-

"نفس کو مارو کہ اس جیسا کوئی دشمن نہیں
چپکے چپکے کرتا ہے پیدا وہ سامان دمار

(باقی صفحہ ۷ پر)

ربوہ ۷ تبوک/ستمبر- آج یہاں البیت الاقصیٰ میں نماز جمعہ محترم مولانا سلطان محمود انور صاحب ناظر اصلاح و ارشاد نے پڑھائی اور خطبہ دیا۔

مولانا موصوف نے عید اور جمعہ کے اکٹھا ہونے کے بارے میں دینی نقطۂ نگاہ سے روشنی ڈالی اور بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے عید اور جمعہ کے اکٹھے ہونے کی صورت میں جمعہ ترک کرنا اور جمعہ پڑھنا دونوں باتیں ثابت ہیں۔ اسی لئے مقامی طور پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ جمعہ کی نماز ادا کی جائے۔ لیکن ساتھ ہی یہ اجازت بھی دی گئی کہ احباب اپنی سہولت کے مطابق جمعہ نہ پڑھنے کی رخصت پر بھی عمل کر سکتے ہیں۔ مولانا نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرزِ عمل سے تواتر سے جمعہ بھی پڑھنا ثابت ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذکر الٰہی کے زیادہ سے زیادہ مواقع کی تلاش میں رہا کرتے تھے۔ اور عام دنیاوی مشاغل اور ہر قول و فعل کو بھی اللہ تعالیٰ کی یاد کا ذریعہ بنایا کرتے تھے۔

مولانا موصوف نے فرمایا کہ ہمیں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت اپنے اندر جاری رکھنی چاہیئے اور کسی موقعہ کو بھی ذکر الٰہی سے خالی نہیں جانے دینا چاہیئے۔ اس ضمن میں مولانا موصوف نے سیدنا حضرت مسیح موعود کی ایک دعا سنائی جس میں حضرت مسیح موعود نے دعا کی ہے۔ "اے میرے مولا! مجھ سارے کے سارے کو اپنا بنا لے اور تو سارے کا سارا میرا ہو جا اور ہر راہ سے میری جانب آ۔"

مولانا نے کہا کہ اصل لطف اسی میں ہے کہ انسان سارے کا سارا خدا کا ہو جائے اور زندگی کا کوئی بھی لمحہ اللہ کی یاد سے خالی نہ رکھے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا کرے۔ آمین!

ربوہ میں یومِ دفاعِ پاکستان عقیدت و احترام سے منایا گیا

اطفال کے کھیلوں کے مقابلے میں پی ٹی شو کا انعقاد:

ربوہ یوم دفاع پاکستان مرکز سلسلہ عالیہ احمدیہ میں روایتی عقیدت و احترام اور ولولہ و جوش کے ساتھ منایا گیا۔ اس روز ان شہیدوں کے حق میں دعائیں مانگی گئیں جنہوں نے اپنی جانیں وطنِ عزیز کا دفاع کرتے ہوئے قربان کر دی تھیں۔ اس دن کی مناسبت سے مجلس اطفال الاحمدیہ مقامی نے البیت المہدی سے ملحقہ میدان میں ایک شاندار تقریب کا اہتمام کیا اس میں بچوں کا پی ٹی شو خاص طور پر قابل دید تھا۔ اس کے علاوہ فٹبال۔ کبڈی کے دلچسپ مقابلے ہوئے اس کے علاوہ اس موقع پر ۶ ستمبر کے دن کے موضوع پر تقاریر بھی ہوئیں جن میں مقررین نے مادرِ وطن کی محبت اس کے دفاع کی اہمیت کا ذکر کیا اور شہداء کی قربانیوں کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ مقررین میں مکرم عبدالقدیر صاحب مکرم ناصر احمد طاہر صاحب ناظم اطفال مقامی ربوہ اور مکرم مرزا عبدالسمیع صاحب (قائمقام صدر عمومی) شامل تھے۔ آخر میں صدر عمومی نے اطفال میں انعامات تقسیم فرمائے اور دعا پر یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

پبلشر: مسعود احمد، طابع: سید عبدالحی، مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ، مقام اشاعت: دفتر روزنامہ الفضل۔ دارالرحمت غربی ربوہ قیمت ۵۰ پیسے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ

۱۲ ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ

۱۰ تبوک ۱۳۶۳ ہش

دعاؤں کو سپر بنانیوالے خوش نصیب

اس حقیقت پر اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں بار بار روشنی ڈالی ہے کہ اس نے لوگوں کی ہدایت و راہ نمائی اور ان کی اصلاح کے لئے جتنے بھی مامور دنیا میں مبعوث کئے لوگوں نے ان کی آواز پر کان دھرنے کی بجائے ان کی انتہائی شدید مخالفت کی اور انہیں طرح طرح کی تکلیفیں پہنچا کر ان کی راہ میں کانٹے بچھائے اور انہیں پیغام حق پہنچانے سے روکنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ خدا تعالےٰ اپنے مامورین اور ان پر ایمان لانے والے معدودے چند سعید الفطرت لوگوں کو یہ ہدایت دیتا چلا گیا کہ وہ دعاؤں کو اپنی سپر بنائیں اور مشکلات و مصائب کو صبر سے برداشت کرتے ہوئے اپنی طاقت اور استعداد کے مطابق حق کی اشاعت میں مصروف رہیں۔ دعاؤں کو اپنی سپر بنانے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خدا تعالےٰ انہیں اپنی حفاظت میں لے لے گا اور خود ان کی سپر بن جائے گا اور حق کے طاقتور مخالف ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ یہی مفہوم ہے اس آیۂ کریمہ کا کہ

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ

(المومن آیت ۶۱)

اور تمہارا رب کہتا ہے مجھے پکارو میں تمہاری دعا سنوں گا۔

چنانچہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے جتنے بھی انبیاء اور مامور مبعوث ہوئے وہ اور ان پر ایمان لانے والے کمزور و بے بضاعت لوگ اس ظلم و ستم کے خلاف جو ان پر توڑا جاتا تھا اللہ تعالےٰ کے حضور فریاد کرتے اور دعاؤں کے ذریعہ اس سے اس کی پناہ طلب کرتے چلے گئے اور خدا تعالےٰ ان کی دعاؤں کو قبول کر کے ان کی خاطر عجائب کام دکھلاتا چلا گیا۔ اللہ تعالےٰ نے جن انبیائے کرام کا قرآن مجید میں ذکر کیا ہے ان پر ہونے والے مظالم کے ساتھ ساتھ انکی دعاؤں اور انکی قبولیت کا بھی بطور خاص ذکر فرمایا ہے۔

مثال کے طور پر حضرت نوح علیہ السلام جس قوم کی طرف نبی بنا کر مبعوث کئے گئے تھے وہ بہت ہی ظالم اور اپنے اندر بغاوت اور نافرمانی کا مادہ رکھنے والی قوم تھی اور اپنی حد درجہ نافرمانی کی وجہ سے فسق و فجور میں مبتلا تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کی اس ناگفتہ بہ حالت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

(۱) وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْغَىٰ ۝ (النجم آیت ۵۳)

ترجمہ:۔ اور ان (یعنی قوم عاد قوم ثمود) سے پہلے نوحؑ کی قوم کو بھی (اللہ نے ہلاک کیا تھا) وہ بڑا ظلم کرتے تھے اور بڑے سرکش تھے۔

(۲) وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ۝ (الذّٰریٰت آیت ۴۷)

ترجمہ:۔ اور ان (عاد و ثمود) سے پہلے نوحؑ کی قوم کو بھی (ہم ہلاک کر چکے تھے) وہ اطاعت سے نکلنے والی (اور فسق و فجور میں مبتلا) قوم تھی۔

اس ظالم و سرکش اور فسق و فجور میں مبتلا قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کی آواز پر نہ صرف یہ کہ سرے سے کان ہی نہیں دھرا بلکہ اس نے حضرت نوحؑ اور ان پر ایمان لانے والوں پر اس قدر ظلم ڈھایا کہ انہیں کرب عظیم میں مبتلا کر چھوڑا۔ اس ظلم و ستم کے خلاف حضرت نوحؑ نے خدائی حکم اُدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے دردمندانہ دعاؤں کو اپنی سپر بنایا۔ آپ ان کی ہدایت یابی اور ظلم سے دست کشی کے لئے مسلسل دعائیں کرتے چلے گئے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ ان کی ان دردمندانہ دعاؤں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

(۱) فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانتَصِرْ ۝ (القمر آیت ۱۱)

ترجمہ:۔ اس نے (یعنی نوح نے) اپنے رب سے دعا کی۔ مجھے دشمن نے مغلوب کر لیا ہے پس تو میری مدد کر۔

(۲) قَالَ رَبِّ إِنَّ قَوْمِي كَذَّبُونِ ۝ فَافْتَحْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَنَجِّنِي وَمَن مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝

(الشعراء آیات ۱۱۸، ۱۱۹)

ترجمہ:۔ اس نے (یعنی نوح نے) کہا اے میرے رب میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔ پس تو میرے اور ان کے درمیان ایک قطعی فیصلہ کر اور مجھے اور میرے ساتھی جو مجھ پر ایمان لائے ہیں انہیں (اس ظالم قوم کے شر) سے نجات دے۔

اللہ تعالےٰ نے حضرت نوحؑ کی ان دردمندانہ دعاؤں کے جواب میں بذریعہ وحی یہ اطلاع دی کہ تیری قوم فسق و فجور، سرکشی اور نافرمانی میں اس درجہ بڑھ چکی ہے کہ اب ان میں سے کوئی ایک بھی تجھ پر ایمان نہیں لائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ اس امر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

وَأُوحِيَ إِلَىٰ نُوحٍ أَنَّهُ لَن يُؤْمِنَ مِن قَوْمِكَ إِلَّا مَن قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝

(ھود آیت ۳۷)

ترجمہ:۔ اور نوح کی طرف یہ وحی کی گئی کہ جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان کے سوا تیری قوم میں سے (اب) کوئی (اور شخص تجھ پر) ایمان نہیں لائے گا۔ اس لئے جو کچھ وہ کر رہے ہیں اس کی وجہ سے تو (ان پر) افسوس نہ کر۔

یہ گویا اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ یہ ظالم اور سرکش قوم اب اس بات کی سزاوار نہیں رہی کہ اس کا مبعوث کردہ مامور یعنی حضرت نوحؑ اس کی ہدایت یابی اور نجات کے لئے دعا کرے نیز اس وحی کے ذریعہ اسے اطلاع دی گئی کہ اس قوم کے لئے اس کے مظالم اور گناہوں کی کثرت کی وجہ سے ہلاکت مقدر ہو چکی ہے۔

جب حضرت نوح علیہ السلام کو اپنی قوم کی بداعمالیوں، بدکرداریوں اور ستم رانیوں کی وجہ سے اس کے انجام کی پیشگی اطلاع مل گئی اور آپ کو خدائی فیصلہ کا حتمی علم ہو گیا۔ تب آپ نے بالآخر یہ دعا کی:۔

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ۝ إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ رَّبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَن دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ۝

(نوح آیات ۲۷ تا ۲۹)

ترجمہ:۔ اور نوحؑ نے یہ دعا بھی کی کہ اے میرے رب اب زمین پر کافروں کا کوئی بھی گھر باقی نہ رہے۔ اگر تو ان کو اسی طرح چھوڑ دیگا تو یہ تیرے دوسرے بندوں کو بھی گمراہ کریں گے اور وہ فاجر اور کفر کرنے والے کے سوا کوئی بچہ نہیں جنیں گے۔ اور اے میرے رب! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور ہر اس شخص کو جو مجھے اور میرے گھر (یعنی میرے طریقہ) میں مومن ہو کر داخل ہوتا ہے اس کو بخش دے اور تمام مومن مردوں اور تمام مومن عورتوں کو بھی۔ اور یوں ہو کہ ظالم صرف تباہی میں ہی ترقی کریں (ان کو کامیابی نصیب نہ ہو)

(باقی دیکھیں صفحہ ۶ پر)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث

رحمہ اللہ تعالیٰ سے وابستہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چند حسین یادیں

(مکرم منور شمیم خالد صاحب ابن مکرم پروفیسر محبوب عالم صاحب خالد۔ ربوہ)

تعلیم الاسلام کالج کے پرنسپل اور استادِ بے مثال کی حیثیت میں

ہمارے دل و جان سے پیارے آقا، نانا، مسیح موعود حضرت سیدہ اماں جان نور اللہ مرقدہا کی مقدس گود میں پرورش پانے والے حضرت المصلح الموعود کے حافظِ قرآن اور عاشقِ قرآن لختِ جگر۔ سیدنا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کو آج اپنے وجود جماعت سے بچھڑے ہوئے دو سال سے زائد عرصہ بیت گیا۔ لیکن جدائی کا یہ زخم جس طرح آناً فاناً جماعت کو برداشت کرنا پڑا۔ وہ اب بھی ہرا اور تازہ محسوس ہوتا ہے۔ اب بھی دل و دماغ کو بمشکل یقین دلانا پڑتا ہے کہ وہ سدا مسکرانے والا چہرہ وہ خدا کے شیروں کا شیر اور دلیر اور نورِ یقین سے لبریز بابرکت وجود، جو احبابِ جماعت کو مسکرانا اور آگے ہی آگے بڑھنا سکھاتا رہا۔ وہ چار سُو مسکراہٹیں بکھیرنے والا وجود دلوں کو خوشی سکون اور طمانیت کی دولت سے مالا مال کرنے والا وجود اب ہم اپنی ظاہری مادی آنکھ سے کبھی نہ دیکھ سکیں گے۔ لیکن ہمارا پیارا آقا جنت سے تو ہمیں اپنی روح کی نگاہوں سے ضرور دیکھتا ہوگا اور ہمارے دلوں کی کیفیت کو محسوس کرتا ہوگا اور یقیناً جنت میں بھی یہ دیکھ کر فاتحانہ انداز میں مسکراتا ہوگا کہ ان کے پیارے بھائی "طاہری میاں" خلیفۃ المسیح الرابع کی حیثیت سے کس طرح دن رات انتھک طریق پر خدائی منشاء کے تابع احمدیت کی کشتی کو ہر قسم کے طوفانوں سے بچا کر ایک نئی زمین اور ایک نیا آسمان تشکیل دے رہے ہیں اسے دیکھ کر ہمارے آقا کی روح یقیناً شاداں و فرحاں ہو رہی ہوگی۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے پہلی عام بیعت کے موقع پر پیارے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی یاد کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ عہد کیا تھا کہ

"اے جانے والے! ہم تیری نیک یادوں کو زندہ رکھیں گے"۔

سیدنا حضور ایدہ اللہ کے اسی ارشاد کی تعمیل میں سلسلہ کے جرائد، الفضل، مصباح، خالد اور تشحیذ الاذہان نے بڑی محنت اور چاہت کے ساتھ یادگار ضخیم خصوصی نمبر شائع کیے جن میں حضور پُرنور رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہمہ گیر شخصیت، کامیابیوں اور کامرانیوں کے عظیم الشان خدائی نشان اور کارنامے نمایاں اجاگر کرنے کے علاوہ احبابِ جماعت کے ساتھ حضور کی محبت و شفقت کے ذاتی تعلقات و واقعات کے نہایت حسین اور خوشبودار گلدستے سجائے ہیں کہ جن کو پڑھ کر قاری ایک نئی دنیا میں پہنچ جاتا ہے

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی یادوں کے تذکرہ کے سلسلہ میں جامعہ احمدیہ میں ۲۸ مارچ سے ۳۱ مارچ تک مجموعی طور پر تیس پینتیس گھنٹوں کی ایمان افروز نشستیں منعقد ہوئیں جن میں احبابِ کرام نے وارفتگی کے عالم میں حضور کی حسین یادوں کے چراغ اس انداز سے روشن کیے کہ سامعین کی آنکھیں اکثر و بیشتر بھیگ بھیگ جاتی رہیں خاکسار راقم کی یہ خوش بختی تھی کہ بطور طالب علم تعلیم الاسلام کالج۔ میں اپنے چار سالہ عرصہ کے دوران بی اے کے دو سال حضور پُرنور کا شاگرد بننے کا شرف حاصل ہوا اور پھر ایم اے کرنے کے بعد پانچ سال تک حضور کے زیرِ سایہ ڈیپارٹمنٹ آف پولیٹیکل سائنس میں بطور معلم کام کرنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ الحمد للہ۔

خاکسار انہیں دو حیثیتوں سے حضور پُرنور سے وابستہ حسین یادوں کے چراغ روشن کرنے کی کوشش کرے گا۔

تعلیم الاسلام کالج۔ دنیائے تعلیم و تعلّم میں اپنے وطنِ عزیز کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی ایک ممتاز و منفرد شان اور نیک شہرت رکھتا تھا۔ یہ تعلیمی ادارہ اور سیدنا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب کی قدآور شخصیت، باہم مترادف و لازم و ملزوم حیثیت سے دیکھے اور پہچانے جاتے تھے۔ ۱۹۴۴ء میں قادیان میں کالج کا سنگِ بنیاد رکھے جانے والے لمحہ سے لیکر ۱۹۶۵ میں خلافت کے منصبِ جلیلہ پر متمکن ہونے تک ۲۱ سال کے طویل عرصہ میں حضور نے اس مادرِ علمی کو کیسے پروان چڑھایا؟ اس کا اظہار حضور نے اس وقت کیا جب خلیفۃ المسیح منتخب ہونے پر کالج کے اساتذہ اور کارکنان ملاقات کے لیے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے اس موقعہ پر اپنی گفتگو کا آغاز اس فقرہ سے فرمایا:۔

"تعلیم الاسلام کالج کو میں نے اپنے بچوں کی طرح اپنے خونِ جگر سے پالا ہے۔ اب آپ نے اسکی حفاظت کرنی ہے"۔

حقیقت بھی یہی تھی کہ حضور نے مسلسل ۲۱ سال۔ دن اور رات ان تھک توجہ، محنت اور لگن سے اپنے طلبا یعنی قوم کی نئی نسلوں کی تعلیم و تربیت اور سیرت کی تعمیر و تشکیل۔ اس انداز سے سرانجام دی کہ اندرونِ ملک کے علاوہ بیرونی ممالک کی یونیورسٹیز اور دوسرے اداروں تعلیم الاسلام کالج کا طالب علم ہونا اس امر کی ضمانت سمجھتے تھے کہ اس کی تربیت اور تعلیم نیز بلند انسانی اوصاف کی تعمیر میں کوئی کسر یا کمی نہیں رہ گئی ہوگی۔ اور واقعتہً اس مادرِ علمی کے طلباء اپنے کردار و اخلاق کے بلند معیار کے لحاظ سے دوسرے تعلیمی اداروں کے طلباء کی نسبت ہمیشہ الگ اور ممتاز تسلیم کیے جاتے تھے۔ اور لطف یہ ہے کہ یہ ساری خدمت مذہب و فرقہ کی ہر قسم کی تمیز سے بالا ہو کر محض قومی خدمت اور قربانی کے جذبہ سے انجام دی گئی۔ اور اس کی بنیادی وجہ صرف یہ تھی کہ اس منفرد علمی ادارے کے مدارالمہام ایک ایسے عظیم اور بزرگ وجود تھے جو طلبا کے لیے باپ بھی تھے اور ماں بھی، دوست بھی تھے اور مونس و غمگسار بھی، راہ نما بھی تھے اور معلم بھی آج شاگرد کی حیثیت سے حضور سے وابستہ چند حسین یادوں کو تازہ کرتا ہوں۔ حضور ہماری بی اے پولیٹیکل سائنس کی کلاس اپنے پرنسپل آفس ہی میں لیا کرتے تھے۔ ایک لحاظ سے یہ کلاس (سیشن ۵۹-۱۹۵۷ء) یادگار تھی۔ حضور نے خود اس کلاس کو اپنی سب سے بڑی کلاس قرار دیا جو کہ نو دس طلبا پر مشتمل تھی۔ جن میں ایک حضور کے بھائی محترم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب اور ایک بھتیجے محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب بھی شامل تھے اسی کلاس کے دو طلبا یعنی ایک تو صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب اور دوسرے خاکسار راقم نے حضور کے مضمون ہی میں ایم اے کیا۔ محترم مرزا حنیف احمد صاحب اور اسی کلاس کے حضور کے ایک اور شاگرد مکرم سلیم احمد ناصر صاحب ابن حضرت مولانا ظہور حسین صاحب مبلغ بخارا نے وکالت کی اعلیٰ ڈگری پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کی۔ خاکسار کو حضور نے ازراہ شفقت اپنے پاس طلب فرما کر کالج میں لیکچرار مقرر فرمایا کیونکہ نئی تعلیمی پالیسی کے تحت بی اے کا تین سالہ کورس رائج ہونے پر پولیٹیکل سائنس کے لیکچرار کی ضرورت تھی مکرم میاں احمد صاحب کی ابتدائی تقرری جامعہ احمدیہ میں بطور پروفیسر ہوئی۔ بعد میں آپ رسالہ ریویو آف ریلیجنز سے منسلک ہو گئے۔ اور آجکل ناظر تعلیم کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہیں۔ محترم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب تعلیم مکمل کرنے کے بعد مغربی افریقہ کے ملک سیرالیون تعلیم و تدریس کے لیے تشریف لے گئے۔ یہ تو تھا تعارف حضور کی پولیٹیکل سائنس کی کلاس کا جسے حضور نے اپنی سب سے بڑی کلاس قرار دیا۔ جونہی چوتھا پیریڈ شروع ہوتا ہم سب طلبہ پرنسپل آفس کے دروازہ کے قریب جمع ہو جاتے اس وقت ہماری حیثیت حضور کے شاگرد ہونے کی وجہ سے کالج کے باقی طالبعلموں کی نسبت نمایاں اور ممتاز ہو کر ابھر آتی۔ اور ہم لاشعوری طور پر ایک خاص احساس برتری اپنے اندر محسوس کرتے کیونکہ اب ہماری کلاس کی وجہ سے کوئی اور طالب علم یا ملاقاتی۔ چاہے کوئی وی آئی پی ہی کیوں نہ ہو۔ ملاقات کے لیے دفتر کے اندر نہیں جا سکے گا کیونکہ اب ہمارا وقتِ پیریڈ شروع ہونے والا ہے۔ یہی بات ہمیں برآمدہ میں کھڑے ہونے کی وجہ سے 'اہم' ہونے کا احساس دلانے کے لیے کافی تھی۔ بہرحال جب ہم اکٹھے ہو جاتے تو حضور کے دفتر کے مددگار کارکن رشید احمد صاحب مرحوم حضور کو عرض کرتے کہ کلاس حاضر ہو گئی ہے۔ حضور ملاقاتوں کا سلسلہ ملتوی فرما دیتے اور ہم حضور کے شاگرد کی حیثیت سے سر جھکائے نہایت مودبانہ طریق پر دفتر میں داخل ہوتے۔ حضور کی بڑی میز کے قریب پہنچ کر ہم اپنے ہاتھ باندھے جا کر "السلام علیکم" عرض کرتے۔ حضور مسکراتے ہوئے چہرہ کے ساتھ ہمیں خوش آمدید فرماتے۔ بڑی میز کے ارد گرد چار پانچ کرسیاں تو پہلے ہی پڑی ہوتی تھیں اور چونکہ ہماری کلاس تعداد میں کچھ بڑی تھی لہذا چار پانچ کرسیاں مزید دفتر کی شمالی دیوار کے قریب سے اٹھا کر میز کے گرد دائرہ کی شکل میں رکھ دی جاتیں۔ اب یہ جگہ پرنسپل آفس کی بجائے کلاس روم کی حیثیت اختیار کر لیتی۔ اس دوران حضور دفتر کے شمالی جانب واقع ریٹائرنگ روم میں تشریف لے جا کر اپنا اکیڈیمک گاؤن (سیاہ چغہ) زیب تن فرماتے اور ایک خاص وقار اور شان سے واپس اپنی نشست پر تشریف لاتے اور طلباء سے چند ابتدائی کلمات کے بعد میز کی دائیں دراز سے رول کال رجسٹر اور بڑے سائز کی سیاہ ریکسین کی مضبوط جلد والی نوٹ بک برآمد فرماتے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کبھی ایک بار بھی ایسا نہ ہوا کہ حضور نے اکیڈمک گاؤن پہنے بغیر کلاس لی ہو۔ حضور کے اس مثالی طرزِ عمل سے کلاس روم کے اندر ہی نہیں بلکہ پورے کالج کے تعلیمی ماحول میں ایک خاص علمی فضا، رکھ رکھاؤ اور ڈسپلن کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی۔ کیونکہ حضور کی تقلید میں تمام اساتذہ بھی اپنی کلاسز گاؤن پہن کر لیتے۔ بعد میں حضور نے طلبا کے لیے بھی انڈر گریجوایٹ گاؤن کا نظام رائج فرمایا۔ جو کالج یونیفارم کے طور پر سستا ترین لباس بھی تھا اور پردہ پوشی کے علاوہ امیر غریب کی تمیز کو مساوات میں بدل دیتا۔ اور اس طرح غریب طلبا احساسِ کمتری سے بھی محفوظ ہو جاتے۔ کالج کی ایک گاؤن کیشن کے موقع پر جناب پروفیسر حمید احمد خاں صاحب وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی بطور مہمانِ خصوصی تشریف لائے تو سٹیج پر پہنچتے ہی اساتذہ کے علاوہ تمام طلبا کو بھی سیاہ گاؤن میں نہایت نظم و ضبط سے بیٹھے دیکھا تو اس خاص نظارہ اور ڈسپلن سے اتنے متاثر ہوئے کہ واپس جا کر آپ نے پنجاب یونیورسٹی کے تمام ڈیپارٹمنٹس میں طلبا کے لیے گریجوایٹ گاؤن رائج کروایا۔ یقیناً ایسی اچھی اور مفید روایات اور طور طریق تعلیمی اداروں میں علمی فضا کو قائم کرنے اور طلبا میں نظم اور ڈسپلن کا حسن پیدا کرتے ہیں۔ کاش ایسی مفید اور حسین روایات فراخدلانہ انداز میں قائم رکھی جاتیں افسوس کہ تعلیم الاسلام کالج کے پرنسپل مکرم پروفیسر چوہدری محمد علی صاحب کے ٹرانسفر ہو جانے کے بعد گاؤن جیسی سستی اور مفید یونیفارم کو تبدیل کر دیا گیا۔ بہرحال حضور کے ہر عمل میں ایک خاص وقار ترتیب رکھ رکھاؤ حسن اور نظم و ضبط ہوتا اور حضور اپنے قول اور عمل سے اپنے طلبا اور شاگردوں میں غیر محسوس اور فطری انداز میں ان کے خام ذہنوں اور سوچوں کی تہذیب و تربیت فرماتے۔ ان میں بلند نگاہی اور پختگی کردار اور عملِ صالح بجالانے کی روح بیدار فرماتے اور یہی اوصاف طلبائے کالج کو عملی زندگی میں نیک نامی اور کامیابی سے ہمکنار کرنے میں مدد دیتے۔ حضور کو کالج کے پرنسپل کے فرائض ادا کرنے کے علاوہ دوسری بے شمار انتظامی ذمہ داریوں سے بھی عہدہ برآ ہونا پڑتا تھا۔ حضور صدر انجمن احمدیہ کے صدر بھی تھے۔ خدام الاحمدیہ اور بعد میں مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے بھی صدر رہے۔ پنجاب یونیورسٹی کی سینیٹ، اکیڈمک کونسل کے بھی رکن تھے بے شمار ہی تو ذمہ داریاں تھیں حضور کی۔ جن کی وجہ سے بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا کہ حضور مجبوراً کئی کئی دن ہمارا پولیٹکل سائنس کا پیریڈ نہ لے سکتے۔ اس شعبہ میں کوئی دوسرے استاد بھی نہ تھے لیکن اس کے باوجود حضور کی خصوصی توجہ حضور کا مخصوص طریقہ تدریس اور اپنے طلبا کو اپنی نیم شبانہ دعاؤں کے ذریعہ مدد پہنچانا ایسی باتیں تھیں جن کی وجہ سے حضور کی کلاسوں کے یونیورسٹی نتائج ہمیشہ ہی بہترین نکلتے۔ الحمد للہ

حضور کے اپنے طریقِ تعلیم و تدریس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ طلباء کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی عادت پڑے۔ "سپون فیڈنگ" یا طلبا کے منہ میں لقمہ بنا کر ڈالنے کی عادت کو حضور پسند نہیں فرماتے تھے۔ طلباء کو خود اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے اور اپنے اندر اعتماد پیدا کرنے کی خاطر حضور اپنے شاگردوں کو اپنی ذاتی لائبریری کی کتب باری باری عطا فرماتے۔ ایک کتاب ایک ہفتہ تک طالب علم کے پاس رہتی ڈکشنری کی مدد سے وہ کتاب زیرِ مطالعہ رہتی اور پھر موضوعِ زیرِ بحث پر مضمون تیار کرایا جاتا۔ جو کہ اپنی باری آنے پر ہر طالب علم کلاس میں سناتا۔ اس انداز اور طریق تدریس سے حضور اپنے طلبا میں مطالعہ کی عادت پیدا فرماتے، لکھنے کا ڈھنگ بھی سکھاتے اور بولنے کا سلیقہ بھی سمجھاتے۔ اس طرح طلبا میں براہ راست اپنے مضمون پر عبور حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوتا اور خود اعتمادی کا جوہر بھی جنم لیتا۔ ہماری کلاس میں حضور کے مضمون میں فرسٹ ڈویژن بھی آئیں جن کی بناء پر یونیورسٹی میں داخلہ بھی آسانی سے مل گیا۔ مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب کو بی اے پولیٹکل سائنس میں اعلیٰ نمبروں کی بنیاد پر ایم اے پولیٹکل سائنس میں وظیفہ بھی ملا۔ حضور اپنے مخصوص فلسفہ تعلیم و تدریس کے مطابق طلباء میں محنت کی عادت ڈالتے اور دعاؤں سے بھی مدد فرماتے اور نتائج بھی مثالی نکلتے۔ الحمد للہ۔

کبھی کبھی حضور اپنی کلاس کو نصابی موضوعِ زیرِ بحث سے مطابقت رکھنے والے اپنے قیام انگلستان کے واقعات بھی نہایت دلچسپ اور معلومات افزاء انداز میں بیان فرماتے۔ وہاں کے نظامِ تعلیم اور طریقہ تعلیم کے علاوہ انگلستان کے نظامِ حکومت اور سیاسی اداروں اور ان کا طریقِ کارکردگی بھی اسی انداز سے بیان فرماتے کہ موضوعِ زیرِ بحث کا ادراک اور فہم آسان تر ہو جاتا۔ لیکن حضور انگریز قوم کی ان خصوصیات کے ذکر سے یہ احساس قطعاً نہ ہونے دیتے کہ وہ ہم سے کسی طرح افضل یا برتر ہیں۔ یا ہم ان سے کم تر ہیں۔ بلکہ اس انداز سے ان کے اچھے طور طریق یا تعلیمی و سیاسی نظام کی خوبیاں اور وقت کی پابندی اور وقارِ محنت کا ذکر فرماتے کہ جیسے یہ ہماری ہی گم گشتہ متاع ہیں جو ہمیں اپنانی اور اختیار کرنی چاہئیں۔ طالب علم کو محنت کا عادی بنانے کے لیے مثال کے طور پر ایک بار بیان فرمایا کہ انگلستان (۳۷-۱۹۳۴) میں ایک عام طالب علم کالج کے اوقات کے علاوہ گھر یا ہوسٹل میں آٹھ دس گھنٹے تک مطالعہ کرنے پر مجبور ہوتا ہے اور طالب علم کو جو بھی ایسا ٹاسک ملے اگر وہ بروقت مکمل کرنے میں ناکام رہے تو دو بار وارننگ کے بعد تیسری بار اس کو تاہی پر کالج اور ہوسٹل سے خارج کر دیا جاتا حضور نے اکسفورڈ کے بیلیل (BALLIOL COLLEGE) کالج میں داخلہ لیا تھا۔ وہاں ہوسٹل کے قواعد و ضوابط پر ایسی پابندی اور سختی سے عملدرآمد کرایا جاتا کہ بڑے بڑے اثر و رسوخ رکھنے والے لوگوں وزراء یا لارڈز کے لڑکوں کو بھی ان قواعد کی خلاف ورزی کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔ ہوسٹل کا گیٹ بند ہونے پر اگر کوئی طالب علم چند منٹ کی تاخیر سے بھی آتا تو اس کو جرأت نہ ہوتی تھی کہ گیٹ کیپر کو منت سماجت یا ڈرا دھمکا کر دروازہ کھلوانے کی کوشش کرے۔ اور ہوسٹل کے اس قانون کو توڑنے پر متعلقہ طالبعلم کو اگلے دن کالج سے خارج کر دیا جاتا۔ جب ہم ایسی مثالیں سنتے تو حیران ہوتے۔ واقعی جہاں طالبعلموں پر قانون کی اس شدت سے پابندی کروائی جاتی ہو وہاں کی قوم کیوں پابندِ قانون رہ کر زندگی نہیں گزارے گی اور ادارے کیوں نہیں قانون کے مطابق قائم بھی رہیں گے اور کام بھی کریں گے۔ اور ملک و قوم کی ضرورت بھی پوری کریں گے۔

"نظام" اور "سسٹم" کی بات ہو رہی تھی کہ ایک بار حضور نے یہ ناقابلِ یقین (اپنے حالات سے موازنہ کریں تو) بات بتائی کہ حضور جتنا عرصہ بھی ہوسٹل میں قیام پذیر رہے ہر روز کالج روانہ ہو جانے کے بعد، صفائی کرنے والا کمرہ کی صفائی کرتا "بستر کی چادریں بروقت تبدیل ہو جاتیں، دھوبی آتا دھلے کپڑے رکھ جاتا اور دھونے والے لے جاتا اور تو اور اگر کسی کپڑے کا بٹن ٹوٹ جاتا تو وہ بھی لگا ہوا ملتا۔ یہ سب کام اپنے وقت پر یوں خاموشی سے چپکے سے ہوتے رہتے۔ کہ پورے عرصہ قیام کے دوران ان کارکنوں میں سے کسی ایک سے ملنے یا ان سے تعارف کا کبھی موقع ہی نہ آیا۔ ہر کام بڑی باقاعدگی سے اپنے وقت پر ہو جاتا رہا۔ لیکن کون کرتا ہے؟ کب کرتا ہے کبھی علم نہ ہو سکا۔

اور پھر تعلیمی نظام ایسا کہ ہر امتحان اپنے وقت پر شروع ہوتا اور کسی امتحان کا نتیجہ پہلے سے مقررہ تاریخ پر نہ نکلے۔ اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ امتحان ملتوی کرانے کا خیال ہی ناپید تھا۔ مطالبات اور ہنگامے کا کوئی تصور ہی نہ تھا۔ ہاں صرف ایک وجہ سے کوئی امتحان صرف ایک دن کے لیے ملتوی کیا جا سکتا تھا۔ اور وہ دن کونسا؟ جس دن بادشاہ یا ملکہ وفات پا جائے۔ اس وجہ کے علاوہ کوئی امتحان ملتوی یا منسوخ نہیں ہو سکتا تھا۔ واقعی حیران کن باتیں تھیں۔ آج سے پچاس سال قبل کے انگلستان کی۔ جو ہمیں ۲۵ سال قبل حضور رحمہ اللہ کی زبانی معلوم ہوئیں۔

لیکن اب خود حضور کے پرنسپل شپ کے زمانہ کی باتیں بھی تو ہمارے موجودہ حالات کے مقابلہ پر ناقابلِ یقین نظر آتی ہیں۔ ایک بار موسم گرما کی تعطیلات کے بعد کالج کھلا اور کلاسیں باقاعدہ شروع ہو گئیں۔ حضور نے اپنی کلاس کے دو ایک شاگردوں کو دو تین دن سے لیٹ آتے دیکھا تو وجہ دریافت فرمائی۔ طلبا نے بتایا کہ آج کل یونین کے الیکشن کی وجہ سے ان کی مصروفیات کچھ بڑھ گئی ہیں۔ بہرحال حضور نے محسوس کیا کہ ہفتہ عشرہ بعد ہونے والے یونین الیکشن کی وجہ سے طلبا کا خاصا وقت ضائع ہو رہا ہے لہٰذا حضور نے اپنے ذہن میں فوراً ایک فیصلہ فرمایا اور آفس سپرنٹنڈنٹ مکرم جنید ہاشمی صاحب مرحوم سے فرمایا کہ تمام طلبا اور اساتذہ کو کالج ہال میں جمع ہونے کا نوٹس کلاسوں میں سرکولیٹ کر دیں۔ اس دوران حضور نے ضرورت سے زیادہ الیکشن زدہ طلبا کو "سیر حاصل" اور نہایت مؤثر طریق پر سمجھایا کہ کالج کی کسی قسم کی زائد از نصاب سرگرمی سے طالبعلم کی اصل حیثیت کو ثانوی بنانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ اور تعلیم کا نقصان کر کے یونین الیکشن لڑنے کی حرکت بالکل مناسب نہیں ہے بہرحال جب تک کہ تمام طلبا کے ہال میں اکٹھے ہو جانے کی اطلاع نہ آ گئی ہماری حیثیت "کلاس روم پابند طلبا" کی سی تھی۔ اور سوائے ہم "مقید" طلبا کے کسی اور کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ طلبا کو ہال میں یونین الیکشن کی غرض سے بلایا جا رہا ہے۔ نصف گھنٹہ بعد جب اطلاع ملی کہ کالج ہال طلبا اور اساتذہ سے بھر چکا ہے تو حضور اپنی کلاس یعنی "ہماری" معیت میں سیدھے ہال میں تشریف لے گئے۔ سٹیج پر سے اعلان فرمایا کہ اس وقت سب طلبا اپنی یونین کے عہدیدار منتخب کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں دلچسپی رکھنے والے طلبا کسی بھی عہدہ کے لیے اپنے امیدوار کا نام پیش کر کے مختصراً تعارف کرائیں گے اور امیدوار طالبعلم کو ایک مہیا کردہ موضوع پر مختصراً تقریر کرنا ہوگی۔ اس طرح نام بھی پیش ہوئے۔ پرجوش تعارفی تقاریر بھی ہوئیں اور امیدواروں کو تقریر کے موضوع بھی حضور مہیا فرماتے۔ کسی کو فرمایا چائے کے فوائد پر تقریر کریں۔ کسی امیدوار کو کہا چائے کے نقصانات پر بولیں اس سارے عمل میں سے گزر کر طلبا سے ووٹ ہاتھ کھڑا کروا کے۔ لیے گئے اور گنے گئے وہیں موقع پر ہی منتخبہ عہدیداروں کا اعلان کر دیا گیا۔ اس طرح ڈیڑھ دو گھنٹے کی نہایت سبق آموز کارروائی کے ساتھ یونین کے انتخابات مکمل ہو گئے۔ اب سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ طلباء دن رات ـــ باہمی جوڑ توڑ ـــ اور الیکشن کی "مہمات" سر کرنے میں اپنا وقت ضائع کریں یا کلاسوں سے غیر حاضر ہوں۔

ایک یہ حضور کے زمانہ کا واقعہ ـــ اور ایک نظارہ آج یہ نظر آتا ہے کہ دسمبر ٹیسٹ کے عین درمیان محکمانہ حکمنامہ

(باقی دیکھیے پر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

محترم نواب محمد دین مرحوم کا ذکرِ خیر!

(از مکرم محمود احمد صاحب سنوری کوئٹہ):-

حدیث شریف میں مذکور ہے "اذکروا موتاکم بالخیر" یعنی اپنے مرنے والوں کا اچھے طریق پر ذکر کیا کرو۔ قانون قدرت ہے کہ ہر ذی روح پر موت لازم ہے انسان اشرف المخلوقات ہونے کے باعث محض اپنے اعمال حسنہ کی بناء پر موت کے بعد بھی زندہ رہتا ہے اور اس کی صرف یاد ہی زندہ نہیں رہتی بلکہ آئندہ نسلیں بھی اس کو باعثِ فخر سمجھتی ہیں۔ ایسے انسانوں میں سے ایک حضرت نواب محمد دین صاحب مرحوم تھے۔

مجھے حضرت نواب محمد دین صاحب مرحوم کو قریب سے دیکھنے اور ان کی صحبت میں رہنے کا موقع ملا۔ آج بھی ان کی یاد میرے دل میں نہایت محبت۔ عزت و احترام سے باقی ہے۔ ان کی صحبت میں گزرے ہوئے لمحات و واقعات کو صرف اپنے تک محدود رکھ کر ثواب سے محروم رہا ہوں۔ اب میری دلی خواہش ہے کہ ان واقعات کو لوح و قلم کے سپرد کر دوں۔

محترم نواب صاحب کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا ارشاد ہے "وہ بہتوں کے بعد آئے اور نیکی اور تقویٰ کی دوڑ میں سب سے آگے نکل گئے۔" میں آج محترم نواب محمد الدین کے متعلق ان باتوں کا ذکر کروں گا جو ابھی تک میرے دل میں زندہ ہیں اور امید کرتا ہوں کہ جماعت کے نیک نوجوان ان سے ضرور استفادہ کریں گے اور تقلید کو اپنا شعار بنائیں گے۔ تحریک جدید کے بارہ میں حضور کے اس حکم سے کہ نوجوان تلاشِ معاش کے لئے گھروں کو چھوڑ کر باہر نکل جائیں۔ میں نے حضرت نواب صاحب کی خدمت میں بمقام جودھپور حاضری دینے کی سعادت حاصل کی یہ مارچ ۱۹۶۱ء کا واقعہ ہے اسوقت آپ ریاست جودھپور کے ریونیو منسٹر کے اعلیٰ عہدے پر فائز تھے جب میں آپ کی کوٹھی پر پہنچا تو ملاقات میں کچھ دقت درپیش ہوئی۔ کیونکہ اتنے بڑے عہدیدار کو براہِ راست ملنا اس زمانے میں آسان نہ تھا۔ ریاستی وزراء کے چوبدار ایسی ملاقاتوں میں رکاوٹ پیدا کرتے تھے جب میں نے بتایا کہ سندھ سے آیا ہوں اور ان سے ذاتی کام ہے تو میرا تعارفی رقعہ جو حضرت نواب عبداللہ خاں صاحب مرحوم نے دیا تھا اور میرے والد محترم حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری مرحوم کا خط نواب صاحب کو پہنچا دیا گیا۔ حضرت نواب صاحب نے فوراً مجھے طلب فرمایا حالانکہ آپ دفتر جانے کے لئے تیار تھے اور انتہائی خندہ پیشانی سے ملے اور ملازمین کو میری رہائش و طعام کے انتظام کا حکم دے کر دفتر تشریف لے گئے۔ آپ کے پاکیزہ لباس، بارعب شخصیت، پُرجلال چہرہ اور مشفقانہ سلوک نے مجھے پہلی ملاقات میں ہی ان کا گرویدہ کر دیا۔

نماز باجماعت اور نماز تہجد کی ادائیگی

دوپہر کو آپ دفتر سے لوٹے نماز باجماعت ادا کی اور قیلولہ فرمانے کے لئے تشریف لے گئے شام کو مغرب اور پھر عشاء کی نماز میں باجماعت ادا کیں۔ ان نمازوں میں باہر سے کچھ احباب بھی تشریف لے آئے تھے۔ رات کے دو بجے کا عالم تھا کہ میرے دروازہ کو کسی نے پوری قوت کے ساتھ کھٹکھٹایا۔ میں گھبراہٹ کے عالم میں اٹھا تو حضرت نواب صاحب کے ڈرائیور جو حافظ قرآن ہونے کی وجہ سے صرف حافظ صاحب کہلاتے تھے کو کھڑے پایا۔ انہوں نے شکایت کے انداز میں بتایا کہ وہ کئی بار دروازہ پیٹ چکے ہیں اور میں بڑی مشکل سے جاگا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ نواب صاحب نے یاد فرمایا ہے۔ میں حیران ہوا کہ اس وقت کس غرض کے لئے اور کیسے بلایا گیا ہوں۔ جوانی کی نیند میں اس طرح کی بیداری خلاف توقع تھی۔ عجیب شش و پنج میں پڑ گیا کہ کیا کروں۔ حافظ صاحب بڑے تفنن مزاج اور ہنس مکھ تھے۔ میری تذبذب کی حالت دیکھ کر فوراً بھانپ گئے اور کہا میاں جلدی چلو ورنہ صاحب ناراض ہوں گے۔ وجہ تمہیں معلوم ہو جائے گی۔ بادلِ نخواستہ بوجھل آنکھوں کے ساتھ حافظ صاحب کی ہمراہی میں حضرت نواب صاحب کی خدمت میں حاضری کے لئے چل پڑا۔ راستہ میں آپ کا خانساماں بھی ہمارے ساتھ شامل ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں گرم پانی کا گلاس اور دو تین اُبلے ہوئے انڈوں کی زردیاں تھیں۔ ہم نے سیڑھیوں سے اوپر جا کر اور کمرے کا دروازہ کھول کر السلام علیکم کہا اور پلیٹ اور پانی پیش کیا۔ میں نے عرض کیا مجھے کیوں بلایا گیا ہے مسکرا کر فرمانے لگے کیا آپ کو حافظ نے نہیں بتایا میں نے نفی میں سر ہلا دیا تو فرمانے لگے۔ آپ احمدی نوجوان ہوتے ہوئے بھی تہجد نہیں پڑھتے۔ آپ کو تہجد باقاعدگی سے پڑھنی چاہیئے۔ میرے پاس جو بھی مہمان آتے ہیں ان کو تہجد کے وقت اُٹھاتا ہوں۔ آپ ساتھ والے کمرے میں جا کر وضو کریں اور تہجد کی نماز ادا کریں۔ آپ کے اس حکم سے مجھے خیال آیا کہ یقیناً ایک احمدی نوجوان کو اس طرح ہی نیک ہونا چاہیئے۔ میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور آئندہ آپ کی ہدایت پر عمل کرنے کے پختہ ارادے کے ساتھ نماز تہجد ادا کی اور خاص طور پر دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے نماز تہجد کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) ڈرائیور اور خانساماں بھی میرے ساتھ نماز میں شریک ہو گئے۔ میں نے یہ مشاہدہ کیا کہ نماز تہجد کے دوران نواب صاحب نہایت دردناک لہجے میں دعائیں کرتے رہے ان کی آواز میں جو سوز و گداز اور انکساری اور عاجزی تھی۔ وہ آج بھی میرے کانوں میں گونج رہی ہے میری طبیعت پر جو نیند کا خمار چھایا ہوا تھا وہ یک لخت غائب ہو گیا اور میں نے بھی نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ تہجد کی نماز ادا کی۔ حضرت نواب صاحب کے ساتھ ادا کی گئی نمازیں میرے دل و دماغ پر آج بھی اثر انداز ہیں اور وہ لمحات اب بھی میرے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

تلاوت قرآن مجید:-

حضرت نواب صاحب نماز تہجد سے فارغ ہو کر تلاوت قرآن پاک میں مصروف ہو گئے۔ اللہ اللہ۔ ان کی خوش الحانی آج بھی میری روح کو تازگی بخشتی ہے۔ تلاوت کے بعد چند دفتری فائل ملاحظہ کئے ان پر احکامات صادر فرمائے۔ جب صبح کی اذان ہوئی تو ہمارے کمرے میں آ کر باجماعت نماز پڑھائی۔ نماز پڑھنے کے بعد میں جلدی جلدی اپنے کمرے کی طرف گیا۔ تاکہ رات کی بے خوابی کی کسر نکال سکوں۔ چنانچہ بستر پر دراز ہو گیا ابھی آنکھیں بند ہی کی تھیں کہ حافظ نے پھر دروازے پر دستک دی۔ طبیعت بڑی مکدر ہوئی۔ دروازہ کھولا اور بڑی گھبراہٹ سے پوچھا۔ صاحب تہجد کی نماز ہو چکی فجر کی نماز ہو چکی اب کیا کسر باقی ہے؟ حافظ صاحب ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے اور کہا جلدی کرو صاحب کوٹھی کے دروازے پر کھڑے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ میں مجبوراً اٹھا منہ پر پانی کے چھینٹے مارے اور دوڑتا ہوا کوٹھی کے گیٹ پر پہنچا۔ دیکھا تو واقعی حضرت نواب صاحب انتظار فرما رہے ہیں۔ پوچھا دیر کیوں کی میں خاموش رہا۔ خود ہی نصیحت فرمانے لگے۔ تم احمدی نوجوان ہو سیر نہیں کرتے؟ دیکھو کاہلی چھوڑ دو۔ اور روزانہ ہمارے ساتھ سیر کیا کرو۔ غنودگی کی وجہ سے بادلِ نخواستہ آپ کے ساتھ ہو لیا۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس کے نیچے ہاکی کے بلیڈ کی طرح ایک آہنی سُم بنا ہوا تھا جس سے آپ ایک چھوٹی سی گیند کو زور سے ہٹ لگاتے تھے اور پھر گیند کے پیچھے دوڑتے جاتے اس طرح آپ نے ایک یا ڈیڑھ گھنٹہ گالف کھیل کر سیر فرمائی۔ سیر کے دوران مجھے نصیحت فرمائی کہ آپ جودھپور آئے ہیں۔ یہاں سنسکرت لکھی پڑھی جاتی ہے۔ آپ بھی اس کا لکھنا پڑھنا سیکھیں اور انگریزی اخبار کا مطالعہ بھی روز کیا کریں۔ حضرت نواب صاحب ناشتہ فرما کر دفتر تشریف لے گئے اور میں بستر میں دراز ہو گیا اور نواب صاحب کی واپسی سے قبل بیدار ہو گیا۔ شام کے وقت آپ احباب سے ملاقات فرماتے تھے اور رات کو نماز عشاء کے معاً بعد سو جانا دستور العمل تھا۔

دوسرے دن بھی حسب معمول نماز تہجد ادا کی۔ نماز فجر کی باجماعت ادائیگی کے بعد سیر کے لئے نواب صاحب کے ہمراہ ہو لیا۔ دوران سیر آپ نے فرمایا محمود احمد آپ نے اخبار پڑھا تھا جو ہم نے آپ کو بھجوایا تھا۔ میں نے عرض کیا جی پڑھا تھا۔ فرمانے لگے فلاں چیز کی تفصیل بتاؤ۔ آپ کا سوال قطعی غیر متوقع تھا۔ اس لئے میں نے بہانہ بنایا کہ میں نے تو موٹی موٹی سرخیاں دیکھی تھیں۔ آپ سمجھ گئے اور ناراض ہو کر فرمایا تمہارا احمدی نوجوان ہونے کے باوجود بے روزگار ہونا محض اس لئے ہے کہ تم کاہل ہو اور خدا بھی اس لئے تم سے خوش نہیں۔ احمدی نوجوانوں کو ایسی سہل پسندی اور کاہلی زیب نہیں دیتی یہی خصوصیت تو ہے جو احمدی نوجوانوں کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے کہ وہ انتہائی محنتی ہوتے ہیں اور اُن کی ذات دوسروں کے لئے نمونہ ہوتی ہے۔ سیر کے بعد وہ مجھے اپنے پی۔ اے کے پاس لے گئے۔ اور فرمایا ان کو ڈکشنری اور اخبار دو۔ یہ ڈکشنری کی مدد سے اخبار کا مطالعہ کیا کریں گے اور تم ہر دوسرے تیسرے دن ان کے مطالعہ کئے گئے الفاظ اور جملوں کا مطلب دیکھا کرو کہ واقعی انہوں نے ڈکشنری کی مدد سے اخبار کا مطالعہ کر کے اس کو اچھی طرح سمجھا بھی ہے یا نہیں۔ نیز انہیں سنسکرت پڑھنی و لکھنی بھی سکھا دو۔ آپ کے ان دو احکامات کی بدولت میری معروفیات کما حقہٗ بڑھ گئیں۔ اور ان کے یہ ارشادات میری علمی قابلیت میں بھی خاطر خواہ اضافہ کا باعث بنے تھوڑے ہی عرصے میں مجھے ریلوے کے محکمہ میں ملازمت مل گئی۔ آپ کی پند و نصائح میرے لئے آئندہ بھی مشعلِ راہ ثابت ہوئیں۔ کیونکہ ان کی نظرِ التفات نے مجھ کو محنت و مشقت کی جو عادت ڈال دی تھی وہ میری آئندہ کامیاب زندگی کی بڑی وجہ ثابت ہوئی۔ جزاہ اللہ خیراً فی الآخرۃ۔

شریعت کی پابندی:-

ایک دن شام کے وقت یہ عاجز جودھپور ریلوے اسٹیشن پر چہل قدمی کر رہا تھا کہ ریلوے اسٹیشن پر غیر معمولی چہل قدمی کا احساس ہوا۔ پولیس کے بھی خاص انتظامات نظر آئے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ اجمیر شریف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے راجپوتانہ کے گورنر صاحب تشریف لا رہے ہیں اور مہاراجہ جودھ پور بنفس نفیس اپنے وزراء کی معیت میں ان کا استقبال کرنے کے لئے اسٹیشن پر آنے والے ہیں۔ مجھے بھی یہ نظارہ دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ تھوڑی ہی دیر میں مہاراجہ جودھ پور اور وزراء صاحبان تشریف لے آئے۔ حضرت نواب صاحب بھی مہاراجہ صاحب کے ہمراہ آ گئے۔ اتنے میں گاڑی بھی پہنچ گئی اور مہاراجہ صاحب نے بڑھ کر گورنر صاحب کا استقبال کیا اور ان کے بعد وزیر اعظم نے خوش آمدید کہا۔ گورنر صاحب کے آگے ان کی لیڈی تھیں جو گورنر صاحب سے پہلے ہاتھ ملا کر آگے بڑھتی جاتی اور بعد میں گورنر صاحب ہاتھ ملاتے ہوئے بڑھتے جاتے۔ جب لیڈی نواب صاحب کے سامنے آئیں تو وہاں رک گئیں اور بجائے ہاتھ ملانے کے اشارے سے سلام کیا اور سب سے زیادہ دیر تک حضرت نواب صاحب سے باتیں کرتی رہیں۔ اس کے بعد پھر دوسروں سے ہاتھ ملا کر آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ گورنر صاحب جب نواب صاحب کے سامنے آئے تو ان سے مصافحہ کیا اور پھر باتوں میں لگ گئے جب میں نے یہ کیفیت دیکھی تو میری حیرانی کی انتہا نہ رہی کہ لیڈی نے ہر کسی سے مصافحہ کیا مگر نواب صاحب سے ہاتھ اٹھا کر سلام پر ہی اکتفا کیا حالانکہ دیر تک آپ سے باتیں بھی کرتی رہیں۔ مجھ میں یہ ہمت تو نہ پڑی کہ نواب صاحب سے اس معاملے میں روشنی ڈالنے کی درخواست کرتا مگر ساتھ ہی ساتھ وجہ دریافت کئے بغیر نہ رہ سکا۔ میں اگلے دن صبح سویرے ایک بزرگ سے ملا اور ان سے واقعہ کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت نواب صاحب احکام شریعت کی پابندی پوری طرح سے کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ نظم و ضبط کا بھی انہیں مکمل احساس ہوتا ہے کسی کی دل شکنی بھی انہیں گوارا نہیں ہے اس لئے تمام متعلقہ انگریز افسران کو پہلے سے علم ہے کہ جس شریعت کی یہ پیروی کر رہے ہیں اس شریعت کے مطابق غیر محرم عورت سے ہاتھ ملانا جائز نہیں کیونکہ متعلقہ افسران اس معاملہ میں باخبر ہیں اس لئے کوئی بدمزگی پیدا نہیں ہوتی۔

آپ کا پر جلال چہرہ، صاف ستھرا لباس اور خوبصورت دستار آپ کی مومنانہ شان کو چار چاند لگا دیتی تھی۔ اعلیٰ سے اعلیٰ حاکم بھی ان کی باوقار شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ آپ جیسے بزرگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر چلتے رہے ہیں اپنے بعد ایسی یادیں چھوڑ گئے ہیں جو آئندہ نسلوں کے دلوں کو خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت سے گرماتی رہیں گی۔

جودھ پور میں قیام کے دوران حضرت نواب صاحب کی زندگی کے اخلاقی پہلو سے متعلق جو باتیں میرے مشاہدے میں آئیں ان کا ذکر کئے بغیر یہ مضمون تشنۂ تکمیل رہے گا۔

آپ حد سے زیادہ خلیق و ملنسار اور بے حد محبت کرنے والے انسان تھے۔ ہر ایک سے ہمدردانہ سلوک روا رکھتے۔ آپ کے پاس کثرت سے مہمان آتے اور آپ ہمیشہ خندہ پیشانی سے ان کو خوش آمدید کہتے اور ان سے نہایت مشفقانہ برتاؤ کرتے۔ آپ ہمیشہ نوجوانوں کو ترقی کی طرف گامزن رہنے کی تلقین فرماتے اور اس سلسلہ میں اپنی مثالیں پیش فرماتے کہ "میں نے اپنی محنت، کام کی لگن اور قابلیت کی بدولت نائب تحصیلدار سے ترقی کر کے صرف پانچ سال کے قلیل عرصہ میں تحصیلدار اور پھر ڈپٹی کمشنر کا عہدہ حاصل کیا۔ اس کے بعد وزیر اعظم مالیر کوٹلہ اور ریونیو منسٹر جے پور اور جودھ پور کے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوا۔" آپ نہایت پاکیزہ اور سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اور ایک با اصول انسان تھے آپ اپنی اہلیہ محترمہ کی وفات کے بعد تقریباً ۳۰ سال زندہ رہے مگر دوسری شادی نہ کی آپ کے بچوں میں آپ کے صاحبزادے چوہدری محمد شریف صاحب مرحوم جو ۴۰ سال کے لمبے عرصے تک امیر جماعت ساہیوال رہے اور آپ کی صاحبزادی محترمہ بیگم چوہدری شاہنواز جیسی نیک اولاد آپ کی تربیت کی زندہ مثالیں ہیں۔ حضرت نواب صاحب اپنی جدوجہد زندگی کے آغاز کی مثال دے کر نوجوانوں کو اعلیٰ ترین مقام حاصل کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اس زمانے میں میٹرک پاس کیا۔ جب کوئی شاذ و نادر ہی انگریزی کی تعلیم کی طرف توجہ دیتا تھا۔ جب میں نے اعلیٰ نمبروں میں میٹرک پاس کیا اور گھر آیا تو میری والدہ صاحبہ سے گاؤں کی عورت نے طنز کی کہ جیسے تمہارا بیٹا کوئی ڈپٹی کمشنر بن جائے گا اس طنز کا میری زندگی پر بہت اچھا اور گہرا اثر پڑا اور میں نے اپنے دل میں مصمم ارادہ کر لیا کہ میں ڈپٹی کمشنر ہی بن کر دکھاؤں گا۔ چند دن بعد میں اپنے ضلع کے انگریز حاکم سے ملا اور ڈپٹی کمشنر بننے کی خواہش ظاہر کی۔ انگریز حاکم نہایت خلیق اور ہمدرد نکلا اور اس پر میری باتوں کا بہت اچھا اثر پڑا۔ اس نے فوراً کام پر لگانے کے احکامات صادر کر دیئے اور تربیت کی تکمیل پر مجھے نائب تحصیلدار لگا دیا۔ تھوڑے ہی عرصے بعد اپنی محنت، قابلیت، حسن کارکردگی اور ایمانداری کی بدولت ترقی کی منزلیں طے کرتا ہوا ڈپٹی کمشنر کے عہدہ پر جا پہنچا۔ راقم عرض کرتا ہے کہ یہ اس زمانے کے لحاظ سے بہت بڑی ترقی تھی۔ ظاہر ہے کہ انسان اگر محنت اور لگن کے ساتھ ایمانداری کو اپنائے تو اس کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام حاصل کرنا مشکل نہیں ہوتا۔

بعد میں نواب صاحب وائسرائے ہند کی کونسل آف سٹیٹ کے ممبر بھی منتخب ہوئے۔

جب ۱۹۴۹ء میں حضرت نواب صاحب نے وفات پائی اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ نے نواب صاحب مرحوم کے ساتھ کمال محبت و شفقت کا اظہار فرماتے ہوئے خطبہ جمعہ میں نواب صاحب کی دینی خدمات کا طویل ذکر فرمایا۔ خاص طور پر ربوہ کے حصول کے سلسلہ میں خدمات کا چند سال قبل حضرت چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب (اللہ تعالیٰ ان کی زندگی و صحت میں برکت دے آمین) نے جلسہ سالانہ پر پرانے بزرگوں کے بارہ میں تقریر میں حضرت نواب صاحب کا بھی ذکر فرمایا تھا اور جماعت کو آگاہ کیا تھا کہ نواب صاحب کی دینی خدمات میں یہ خدمت بھی شامل تھی کہ ربوہ کی زمین کی واجب الادا رقم حضرت نواب صاحب نے اپنی جیب سے ہی ادا کر دی تھی۔ میں نے حضرت نواب صاحب کے مختصر حالات لکھ کر اپنی خواہش کو پورا کر دیا کہ اپنے محسن کا تعارف نوجوانوں سے کر دوں کیونکہ آپ کی ذات جو ایک عظیم سرمایہ ہے ان کے نقش قدم پر چل کر بلندیوں تک رسائی ممکن ہو جاتی ہے جس کے لئے احمدی نوجوان کوشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت نواب صاحب کے درجات کو ہر آن بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے۔ ہمیں ان کی نیکیوں کو قائم رکھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

آخر میں میں حضرت نواب صاحب کے خاندان کے افراد کی صحت و درازی عمر کے لئے دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ جن میں آپ کی صاحبزادی محترمہ بیگم شاہنواز صاحبہ اور آپ کے بھتیجے چوہدری عزیز احمد صاحب باجوہ ایڈووکیٹ لاہور اور چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ زیورک شامل ہیں۔ ان سب نے بھی دین کی بہت خدمت کی ہے۔

نجزاھم اللہ خیراً فی الدنیا والآخرۃ۔

(بقیہ اداریہ صفحہ ۲)

قوم نوحؑ کا اپنی بداعمالیوں اور ظالمانہ روش کی بناء پر جو انجام ہوا اس سے سب واقف ہیں۔ پوری کی پوری قوم طوفان کی نذر ہو کر معدوم ہوئے بغیر نہ رہی۔ الغرض یہ ایک بنیادی حقیقت ہے کہ مامورین الٰہی اور ان کے کمزور و بے بضاعت ساتھیوں کی سپران کی متضرعانہ دعائیں ہوتی ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ان کی دعائیں قبول کر کے خود ان کی سپر بن جاتا ہے اور ان کے مخالفین کے تمام حملوں اور منصوبوں کو ناکام کر کے اپنے ماموروں اور ان کے متبعین کو کامیاب کر دکھاتا ہے۔

قراردادِ تعزیت

ہم ممبرات مجلسِ عاملہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ سیدنا حضرت مسیح موعود کی بہو اور بزرگ ہستی حضرت سیدہ بوزینب بیگم صاحبہ بیگم حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی وفات پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتی ہیں۔

خدائی بشارات کے ماتحت جن خواتینِ مبارکہ کا خاندان سیدنا حضرت اقدس میں داخل ہونا مقدر تھا ان میں حضرت سیدہ مرحومہ کو بھی بہت ممتاز مقام حاصل تھا۔ آپ نہایت عبادت گزار، صفائی پسند، غریب پرور اور مہمان نواز خاتون تھیں۔ اپنے پرائے سب سے حسنِ سلوک فرماتیں۔ ملازمین سے بھی بہت شفقت سے پیش آتیں۔ آپ کے غیر از جماعت رشتہ دار بھی آپ کے حسنِ سلوک کی وجہ سے آپ کے بڑے قدردان تھے طبیعت میں بڑی سادگی تھی دعاؤں اور عبادات میں اس قدر شغف تھا کہ آخری وقت تک باوجود شدید بیماری کے لیٹے لیٹے اشاروں سے نماز ادا کرتی رہیں۔ متعدد خوبیوں کی حامل ہونے کے باوجود آپ میں حد درجہ انکساری پائی جاتی تھی۔

ہم آپ کی وفات پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز حضرت سیدہ مرحومہ کے صاحبزادوں اور صاحبزادیوں اور تمام افرادِ خاندان سے تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کے ورثاء کو آپ کی تمام صفاتِ حسنہ کا وارث بنائے۔ آمین۔ (ممبرات مجلسِ عاملہ لجنہ مرکزیہ ربوہ)

"قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا" (البقرۃ : ۸۴)

لوگوں کے ساتھ ملاطفت کے ساتھ کلام کیا کرو۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

محبوب امام ایدہ اللہ کی آواز پر مخلصین جماعت کی پیشکش

۱۔ مکرم چوہدری سلطان احمد صاحب	لطیف نگر تھرپارکر سندھ		۱۰۰۰ روپیہ
۲۔ " چوہدری حسن محمد صاحب	" " "		۱۰۰۰ "
۳۔ " چوہدری محمد عبداللہ صاحب	محمد آباد ٹاہلی "	"	۱۱۵۰ "
۴۔ " چوہدری منیر احمد صاحب کاہلوں	" "	"	۱۱۲۵ "
۵۔ " چوہدری منصور احمد صاحب کاہلوں	" "	"	۱۱۲۵ "
۶۔ " مولوی نذیر احمد صاحب معہ بچگان	" "	"	۵۱۰ "
۷۔ " چوہدری عبدالرحمان صاحب ولد ماسٹر فضل کریم صاحب مرحوم	محمود آباد سندھ		۱۰۳۰ "
۸۔ " ڈاکٹر محمود احمد صاحب	" "		۵۲۵ "
۹۔ " چوہدری بشیر احمد ولد لال الدین صاحب جٹ	" "		۵۱۲ "
۱۰۔ " چوہدری شریف احمد صاحب دکاندار	" "		۵۱۰ "
۱۱۔ " چوہدری مسعود احمد صاحب مینیجر فارم	" "		۵۵۰ "
۱۲۔ " مولوی کرم الٰہی صاحب معہ فیملی	ناصر آباد فارم "		۵۰۹ "
۱۳۔ " چوہدری مبارک احمد صاحب	نصرت آباد فارم "		۱۲۰۰ "
۱۴۔ " چوہدری لطیف احمد ولد عبدالرحیم صاحب	" "		۵۲۰ "
۱۵۔ " چوہدری بشیر احمد صاحب	" "		۶۱۱ "
۱۶۔ " چوہدری فیض احمد صاحب	" "		۶۷۵ "
۱۷۔ " چوہدری احسان اللہ صاحب معہ افراد خاندان نبی سرروڈ	"		۵۲۰۰ "
۱۸۔ " ڈاکٹر نصیر احمد صاحب معہ بیگم صاحبہ	" "		۵۲۵ "
۱۹۔ " چوہدری نبی احمد صاحب	نفیس نگر "		۵۱۵ "
۲۰۔ " چوہدری انیس محمود صاحب	" "		۵۱۵ "
۲۱۔ " رشید احمد صاحب جنرل سٹور	" "		۵۰۰ "
۲۲۔ " چوہدری محمود احمد صاحب معہ بیگم صاحبہ	نوکوٹ "		۲۵۰۰ "
۲۳۔ " چوہدری منصور احمد صاحب سیکرٹری مال	" "		۵۰۰ "
۲۴۔ " رانا عبدالخالق صاحب	" "		۱۰۰۰ "
۲۵۔ " منیب بیگم صاحبہ رانا عبدالخالق صاحب	" "		۵۰۰ "
۲۶۔ " چوہدری پرویز احمد صاحب معہ بیگم صاحبہ	" "		۱۱۰۰ "
۲۷۔ " چوہدری شاہ نواز صاحب	" "		۱۰۵۰ "
۲۸۔ " چوہدری سفیر احمد صاحب آٹو شاپ	" "		۵۰۰ "

(وکیل المال اول تحریک جدید ربوہ)

(بقیہ صفحہ ۴)

جاری کر دیا جاتا ہے کہ سارے پنجاب کے کالجوں میں فلاں تاریخ کو ایک ہی دن یونین کے انتخاب لازماً منعقد کروائے جائیں۔ لہٰذا امتحان ایک ہفتہ کے لئے ملتوی اور وہی طلباء جو کمرۂ امتحان میں پرچے حل کر رہے ہوتے ہیں۔ اگلے دن کالجوں کے اندر اور باہر اور ہوسٹلوں میں وہ طوفان بدتمیزی برپا کرتے ہیں کہ شیطان بھی ان سے پناہ مانگے۔ تعلیمی اداروں کی عمارتوں کا حلیہ بگاڑ کے رکھ دیا جاتا ہے۔ ظاہری اینٹوں کی عمارت کا حلیہ بگڑ جائے تو شاید قابل برداشت ہی ہو لیکن ان طور طریقوں سے تو نوخیز نسل کے ذہنوں اور ان کی صلاحیتوں کو ایسے تخریبی راستوں پر ڈال دیا جاتا ہے کہ باہم سر پھوڑے جاتے ہیں آتشیں اسلحہ استعمال ہوتا ہے۔ گولیاں چلتی ہیں۔ کالجوں کے ہوسٹل اسلحہ خانوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ چوپولیس چھاپے مار کر اپنے قبضہ میں کرتی ہے۔ کیا یہ طور طریق اور رنگ ڈھنگ آزاد قوموں کے شایان شان ہیں؟

بہرحال۔ اپنے پیارے آقا کی یاد میں۔ یہ حقیقت بار بار ذہن میں ابھرتی ہے کہ حضور کے زمانہ میں تعلیم الاسلام کالج میں نہ صرف کراچی سے پشاور تک اور کوئٹہ سے چٹاگانگ تک سے طلباء آکر زیور تعلیم سے آراستہ ہوتے تھے بلکہ دوسرے ممالک سے بھی کثیر طلباء حصول علم کے لئے یہاں اس لیے آپ و گیاہ بستی میں کھنچے چلے آتے تھے۔ اور فضل عمر ہوسٹل میں ہمیشہ اڑھائی تین صد طلباء رہائش پذیر رہتے تھے اور ان کی اکثریت عموماً غیر از جماعت طلباء کی ہوتی۔ آخر یہ سب کس طرح ہوتا تھا؟ صاحبان نظر کو اس سوال پر غور کرنا چاہیئے ع لیتی لیسانا کھیل نہیں ہے لیتے لیتے لیتی ہے۔

صلح کاری کی جڑ

حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"پس کسی وقت ایک عادت موافقت کی اس میں پائی جاتی ہے۔ وہی صلح کاری کی عادت کی جڑ ہے۔ لیکن چونکہ وہ عقل اور تدبر اور خاص ارادہ کے اختیار نہیں کی جاتی۔ اس لئے خلق میں داخل نہیں بلکہ خلق میں تب داخل ہوگی۔ کہ جب انسان بالارادہ اپنے تئیں بے شر بنا کر صلح کاری کے خلق کو اپنے محل پر استعمال کرے اور بے محل استعمال کرنے سے مجتنب رہے۔ اس میں اللہ جلشانہٗ یہ تعلیم فرماتا ہے:۔ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۚ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۚ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا ۔ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۔ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۔ یعنی آپس میں صلح کاری اختیار کرو۔ صلح میں خیر ہے۔ جب وہ صلح کی طرف جھکیں۔ تو تم بھی جھک جاؤ۔ خدا کے نیک بندے صلح کاری کے ساتھ زمین پر چلتے ہیں۔ اور اگر کوئی لغویات تم سے کسی نے سنی جو جنگ کا مقصد اور لڑائی کی ایک تمہید ہو تو بزرگانہ طور پر طرح دے کر چلے جاتے ہیں اور ادنیٰ ادنیٰ بات پر لڑنا شروع نہیں کر دیتے۔ یعنی جب تک کوئی زیادہ تکلیف نہ پہنچے اس وقت تک ہنگامہ پردازی کو اچھا نہیں سمجھتے اور صلح کاری کے محل شناسی کا یہی اصول ہے کہ ادنیٰ ادنیٰ باتوں کو خیال میں نہ لاویں اور معاف فرماویں اور لغو کا لفظ جو اس آیت میں آیا ہے سو واضح ہو کہ عربی زبان میں لغو اس حرکت کو کہتے ہیں کہ مثلاً ایک شخص شرارت سے ایسی بکواس کرے یا بہ نیت ایذا ایسا فعل اس سے صادر ہو کہ دراصل اس سے کچھ ایسا حرج اور نقصان نہیں پہنچتا۔ سو صلح کاری کی یہ علامت ہے کہ ایسی بیہودہ ایذا سے چشم پوشی فرماویں اور بزرگانہ سیرت عمل میں لاویں لیکن اگر ایذا صرف لغو کی حد میں داخل نہ ہو بلکہ اس سے واقعی طور پر جان یا مال یا عزت کو ضرر پہنچے تو صلح کاری کے خلق کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔ بلکہ اگر ایسے گواہ کو بخشا جائے تو اس خلق کا نام عفو ہے.....

.....اور پھر فرمایا کہ جو شخص شرارت سے کچھ یاوہ گوئی کرے۔ تو تم ایک طریق سے صلح کاری کا اس کو جواب دو۔ تب اس خصلت سے دشمن بھی دوست ہو جائے گا۔ غرض صلح کاری کے طریق سے چشم پوشی کا محل صرف اس درجہ کی بدی ہے جس سے کوئی نقصان نہ پہنچا ہو۔ صرف دشمن کی بیہودہ گوئی ہو۔"

(روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۸، ۳۴۹)

(نظارت اصلاح وارشاد)

"عید الاضحیہ" (صفحہ اول سے آگے)

جس نے نفس دوں کو ہمت کر کے زیر پا کیا
چیز کیا ہیں اس کے آگے رستم و اسفندیار

مولانا نے آخر میں دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کامل فرمانبرداروں میں شامل فرمائے اور اسلمت لرب العلمین دم واپسیں تک ہمارا ماٹو اور شعار رہے۔

خطبہ ثانیہ کے بعد محترم مولانا سلطان محمود انور صاحب نے دعا کرائی۔

عید الاضحیہ کے موقع پر بھی حسب معمول لاؤڈ سپیکر کی اجازت نہ تھی جماعت احمدیہ کے بارہ میں آرڈیننس نافذ ہونے کے بعد سے ربوہ میں نماز ادا کرنے کی مرکزی جگہ البیت الاقصیٰ میں خطبات اور نماز کے لئے لاؤڈ سپیکر کی اجازت نہیں اور اس کو آج ساڑھے چار ماہ ہونے کو آئے ہیں چنانچہ عید کے موقع پر نمازیوں کی بہت بڑی تعداد کے پیش نظر خطبہ کو دوہرانے کے لئے ۹ افراد مقرر کئے گئے چنانچہ اس انتظام سے ہر جگہ بیٹھے ہوئے افراد و خواتین تک خطبہ کی آواز پہنچ گئی۔ خطبہ کے بعد احباب نے ایک دوسرے سے گلے مل کر عید کی مبارکباد دی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

امام مسجد کے اغوا کے چھ ملزموں کی

ہائی کورٹ نے ضمانت قبول کرلی

(ڈان لاہور بیورو)

لاہور ۳ ستمبر۔ لاہور ہائی کورٹ نے ان چھ احمدیوں کی ضمانت قبول کرلی ہے جن پر ربوہ کے امام مسجد مولوی اللہ یار ارشد کے اغوا کا الزام لگایا گیا تھا۔ درخواست دہندگان حکیم خورشید احمد، چوہدری ظہور احمد باجوہ، خواجہ مجید احمد، مبارک احمد سلیم، وسیم احمد انور اور عبدالعزیز بھامڑی نے اپنی ضمانت کی درخواست میں لکھا کہ ان کو مولوی اللہ یار ارشد کے بیان پر ایک جھوٹے مقدمے میں ملوث کیا گیا ہے۔

انھوں نے لکھا ہے کہ اس کیس کے اصل واقعات یہ ہیں کہ ۲۵ جون کی رات ۱۱ بجے دو افراد وسیم احمد اور مبارک احمد سلیم ایک بنگلہ کی چھت پر تھے جس کا مالک قریشی محمد افضل ہے۔ انھوں نے چھت پر سے دیکھا کہ نیچے سے دھواں اوپر آرہا ہے۔ وہ فوری طور پر نیچے پہنچے اور دیکھا کہ تین افراد ایک دروازے کو آگ لگانے کے بعد موقع سے فرار ہو رہے ہیں۔ ان میں سے ایک مولوی اللہ یار تھا جو موقع پر رنگے ہاتھوں پکڑا گیا۔ جبکہ اس کے دو ساتھی ایک سکوٹر پر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے مٹی کے تیل کا ایک ٹین اور ایک ٹوٹی ہوئی بوتل بھی موقع پر دستیاب ہوئی۔ ربوہ کی پولیس کو فوری طور پر مطلع کیا گیا۔ مولوی اللہ یار کو پولیس کے سپرد کر دیا گیا۔ تاہم پولیس نے مولوی اللہ یار اور اس کے ساتھیوں کے خلاف کسی قسم کی کارروائی کرنے کی بجائے درخواست دہندگان کے خلاف مقدمہ درج کر لیا۔

درخواست دہندگان نے پہلے جھنگ کے ایک مجسٹریٹ کے روبرو ضمانت کی درخواست دی۔ لیکن جس روز ان کے کیس کی سماعت ہونا تھی قریباً ۳۰ آدمیوں کا ایک گروہ کمرۂ عدالت کے باہر جمع ہو گیا اور ان کے وکلاء کو کیس کی پیروی سے روک دیا۔ مجسٹریٹ نے بعد ازاں درخواست ضمانت مسترد کر دی۔

درخواست دہندگان بعد ازاں ۱۱ جولائی کو سیشن کورٹ جھنگ گئے۔ سیشن کورٹ نے ماتحت عدالت کا فیصلہ قائم رکھا۔ اس کے بعد ۴ اگست کو درخواست گزاروں نے ہائیکورٹ میں ضمانت کی درخواست دائر کی۔ فاضل عدالت نے اس بنا پر درخواست مسترد کر دی کہ اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل نے عدالت کو بتایا کہ مارشل لاء اتھارٹیز نے یہ کیس اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔

درخواست دہندگان نے اپنی تازہ درخواست ضمانت میں لکھا ہے کہ ڈپٹی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس فیصل آباد کو مطلع کیا کہ:۔

"اس ہیڈ کوارٹر نے اس کیس کا پوری گہرائی میں جا کر مطالعہ کیا۔ اس کے نتیجہ میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ یہ معمولی نوعیت کا کیس ہے اور فوجی عدالت میں سماعت کی اجازت حاصل کرنے کی غرض سے اس کا بھیجا جانا، خصوصی دباؤ کا نتیجہ ہے۔ ورنہ یہ کیس ہائیکورٹ میں زیر سماعت ہے۔ اس لحاظ سے یہ کیس اپنے معمول کے مطابق چلنا چاہیئے۔"

عدالت نے درخواست دہندگان کے وکلاء ملک محمود مجید، چوہدری عزیز احمد باجوہ۔ چوہدری محمد عبداللہ باجوہ۔ اور چوہدری اے۔ وحید سلیم اور اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل پنجاب مسٹر فاروق بیدار کے دلائل سننے کے بعد ہر شخص کی پچاس ہزار روپے کی ضمانت قبول کرلی۔

(روزنامہ ڈان کراچی۔ منگل ۴ ستمبر ۱۹۸۴ء صفحہ ۲)

تصحیح

۹ ستمبر ۱۹۸۴ء کے الفضل میں صفحہ اول پر بڑی خبر کی چوتھی سطر سہو کتابت کی وجہ سے غلط شائع ہو گئی ہے۔ سطر مذکور کی اصل عبارت یوں پڑھی جائے

"۷ ستمبر کو "البیت الاقصیٰ" میں نماز عید پڑھانے کے بعد"

احباب اس کے مطابق تصحیح کر لیں

(ادارہ)

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں:

اعلانِ تعطیل

مورخہ ۱۱ ستمبر بروز منگل قائداعظم محمد علی جناحؒ کے یوم وفات کے سلسلہ میں روزنامہ "الفضل" کے دفاتر بند رہیں گے لہٰذا ۱۱ ستمبر کو پرچہ شائع نہیں ہوگا۔ قارئین کرام اور ایجنٹ حضرات مطلع رہیں۔

(مینیجر)

ضرورت برائے سٹاف

پنجاب میں ایک صنعتی ادارے کو مندرجہ ذیل سٹاف کی ضرورت ہے

۱۔ مشین اپریٹر۔ (ڈپلومہ ہولڈز کو ترجیح دی جائے گی)
۲۔ سٹور کیپر۔ (انڈسٹریل سٹور کا تجربہ ضروری ہے)
۳۔ چوکیدار۔
۴۔ مالی۔
۵۔ لیبر۔

تنخواہ حسبِ قابلیت دی جائے گی۔

لیبر قوانین کے تحت تمام مراعات حاصل ہونگی سنگل رہائش کی سہولت ہوگی۔

درخواستیں امیر جماعت کی تصدیق کے ساتھ آنی چاہئیں لفافہ کے اوپر واضح الفاظ میں "درخواست برائے ملازمت" لکھیں۔

نظارتِ امور عامہ ربوہ

امریکہ، سویڈن، ناروے، آسٹریلیا، لنڈن، جرمنی، ڈنمارک، الغرض دنیا کے کسی بھی ملک جانے والے حضرات کے لیے ٹکٹنگ اور دیگر امور کے لیے آپ کا منتظر

ایک اور پیش رفت

ہوائی جہاز میں سفر کی بہترین سہولت حاصل کرنے کے لیے اور ٹکٹ کے حصول میں آسانی کے لیے ہماری خدمات حاصل کریں

عبدالمصوّر
سکائی سٹار ٹریولز
گورنمنٹ لائسنس ۲۲۵
سید موج دریا روڈ (ایڈورڈ روڈ)
بالمقابل پوسٹ آفس فلیٹس نزد اے جی آفس لاہور

اتفاق بلڈنگ میٹریل سٹور ربوہ
(پروپرائیٹر)

لوہے کے دروازے، گرل، کھڑکیاں، گاڈر اور لکڑی کے دروازے، ہالے وغیرہ بازار سے ارزاں نرخوں پر دستیاب ہیں احباب خدمت کا موقع دے کر مشکور فرمائیں۔ شکریہ۔

چوہدری سراج دین
چنیوٹ والے
(سراج مارکیٹ اقصیٰ روڈ ربوہ)